میں سمندر ہوں میں موجوں میں بکھر جاؤں گا

میں ضیاء ہوں اندھیروں سے نہ ڈر جاؤں گا
زینہ زینہ قوم کے دل میں اتر جاؤں گا
میں تو حیراں ہوں کہ میرے وطن کے شاطر
خاک سمجھے ہیں مجھے مر کے بکھر جاؤں گا
کون کہتا ہے کہ یوں مر کے فنا ہوتے ہیں
میں بقا ہوں میں بقاؤں میں نکھر جاؤں گا
میں وہ آنسو ہوں جو پتھر کو بھی پگھلائے گا
میں سمندر ہوں میں موجوں میں بکھر جاؤں گا
لوگ کیا جانیں کہ اللہ سے تعلق کیا ہے
اس تعلق سے تو میں پل سے گزر جاؤں گا

وفا کو روپ مل گیا

قمر الحسنین

ہوا کے دوش پہ ضیاء جو سوئے منتہٰی چلے
وفا کے رنگ و نور کو اُفق پہ یوں سجا کے چلے
کر چاہتیں
جو رُوح کی غاروں میں چھپی تھیں سب نکل پڑیں
وہ ولولے جو تہ بہ تہ دبے دبے مچل رہے تھے سب اُبل پڑے
اور لوگ جذبِ بے کراں لئے
کشاں کشاں رواں دواں
ضیاء کی لاش پہ اُمڈ پڑے
اور آنسوؤں کے سیلِ بے پناہ میں لاش کو نہا گئے
وفا کو روپ مل گیا
تو غُل ہوا ضیا مرا؟ نہیں مرا۔
وہ مر کے پھر سے جی اُٹھا افق افق پہ چھا گیا

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اور

تدوینِ قانونِ اسلامی

بچپن براہِ راست جنابِ رسالت سے تفقہ کرتے رہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تعریفی سند حاصل فرمائی "کہ جسے قرآن سیکھنا ہو وہ عبداللہ بن مسعود سے سیکھے"[1] ان کی ذہانت اور قابلیت دیکھ کر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ان کو کوفے میں معلم بنا کر بھیجا[2] اور یہ وہاں کی جامع مسجد میں فقہ کا درس دیتے رہے، ان کے شاگردوں میں یمن ہی کے دو فاضل علقمہ اور اسود نخعی (ف ۷۵ھ) نے امتیاز حاصل کیا۔ اور کوفے میں حضرت ابن مسعودؓ کے جانشین بنے، علقمہ کے شاگردوں میں ابراہیم نخعی ایک اور یمنی نے مسجد کوفہ میں درس فقہ کا سلسلہ جاری رکھا، اور جب ابراہیم نخعی کی وفات ہو گئی تو حماد بن ابی سلیمان نے جو غالباً ایرانی تھے کوفے کی درس گاہِ فقہ کو مزید شہرت عطا کی ابو حنیفہ انہیں حماد کے شاگرد اور جانشین ہیں۔

صرف اتنا ہی نہیں، حضرت علیؓ بھی جو انا مدینۃ العلم وعلی بابہا[3] کے خطاب سے بارگاہ نبوی سے سرفراز ہوتے تھے وہ بھی آخری عمر میں کوفہ چلے آئے۔ اور اس طرح حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے علوم کوفے میں جمع ہو گئے

۱؎ الاستیعاب لابن عبد البر صفحہ ۱۵۳۶

۲؎ ایضاً " "

۳؎ یہ حدیث زبان زد عام تو ہے لیکن صحاح میں سے صرف ترمذی میں "انا دار الحکمۃ وعلی بابہا" کے الفاظ میں وارد ہے اور ترمذی نے اُسے حدیث منکر قرار دیا ہے۔

مزید برآں یہ کہ مدینہ منورہ میں توسیع فقہ کے لئے شوریٰ اور اجماع کا ادارہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خاصا منظم کر دیا تھا اس دور کے فیض یافتہ تابعین میں سے "فقہاء سبعہ" نے جلدی ہی بڑا امتیاز پیدا کر لیا اور ان سات ماہرین کی کمیٹی نے ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی، سخاوی[1] نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں اس مجلس ہفت گانہ سے مشورہ لیتے اور اس کے فتوے کے پابند تھے، ان لوگوں کے نام قابل ذکر ہیں :۔

۱۔ ماہر قرآن وحساب ومیراث حضرت زید بن ثابت کے بیٹے خارجہ (جو طلحہ بن عبداللہ بن عوف کے اشتراک عمل سے تقسیم وراثت کے مقدمات فیصلہ کرتے۔ اور معاہدات کی دستاویزیں لکھتے)

۲۔ حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم،

۳۔ حضرت زبیر کے بیٹے عروہ

۴۔ بی بی میمونہ یا بی بی اُم سلمہ کے مولیٰ سلیمان بن یسار

۵۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود

۶۔ سعید بن المسیب

۷۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ابوسلمہ یا حضرت عمر کے پوتے سالم یا ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام القرشی، اس ساتویں رکن کے تعین میں اختلاف ہے، اور تین نام لئے جاتے ہیں، جو تینوں مشہور فقیہ تھے، ممکن ہے مذکورہ بالا چھ میں سے بعض کے انتقال پر دو نئے ارکان اس کمیٹی میں شریک کر لئے گئے ہوں۔

امام ابوحنیفہ نے اپنے زمانے کی دنیائے اسلام کے اکثر اہم مرکزوں میں تعلیمی سفر اختیار کیا اور خاص کر مکہ اور مدینہ کئی دفعہ گئے اور مجلس ہفت گانہ فقہائے سبعہ کے جو ارکان زندہ تھے ان سے خوب فیض حاصل کیا تھا، اسی طرح حضرت علیؓ کے خاندانی سلسلے کے ممتاز ارکان امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور امام زید بن علی زین العابدین سے بھی سالہا سال استفادہ کیا اور آخر میں کوفے ہی میں متوطن ہو کر وہیں فقہ کا درس دیتے رہے۔

ان حالات میں کوئی حیرت نہ ہو اگر سفیان بن عیینہ نے اپنے زمانے کے حالات دیکھ کر یہ کہا ہو کہ "اگر کوئی غزوات وتاریخ اسلام کی تعلیم پانا چاہتا ہے تو اس کا مرکز مدینہ منورہ ہے،